سر سید احمد خان: مغرب سے مرعوبیت کی ایک مثال

عدنان خان

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ڈاکٹر نذر عابد

سابق صدر شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ڈاکٹر ندیم حسن

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو جامعہ چترال

Abstract

Sir Syed Ahmed khan is one of the pioneers of modernity. After 1857 he focused on the development and reformation of Muslims and spent all his efforts on the education of Muslims. English education and teaching of modern western studies is the main topic of his writings. He accepted the supremacy of the west and took a conciliatory attitude with the English authorities and invited the Muslims of India to political obedience as well as cultural, cognitive and intellectual obedience to the colonial masters.

کلیدی الفاظ: پیروی مغرب، استحصال، حاکم و محکوم، ترقی و اصلاح، انگریزی تعلیم، مغربی تہذیب، مفاہمتی رویہ، مرعوبیت، بالا دستی، ثقافتی یلغار

سر سید احمد خان کو اپنے عہد کی ممتاز ترین شخصیات میں سب سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت نے ہندوستان کے مسلمانوں کی فکر و نظر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان کی تحریروں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ انہوں نے تاریخ، مذہب، سیاست، تہذیب و اخلاق اور معاشرت سے متعلق مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا۔ سر سید احمد خان کی تصانیف کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہوئے ان کے ذہنی ارتقا اور رجحانات کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ان کا پہلا تصنیفی دور آغاز سے لے کر ۱۸۵۷ء تک ہے۔ اس ابتدائی دور میں انہوں نے مذہب اور تاریخ کے علاوہ ریاضی اور تصوف کے موضوعات پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اس دور میں ان کی تحریروں پر قدیم روایتی رنگ غالب رہا لیکن انگریزی ملازمت کے زیر اثر انہوں نے مغربی افکار و خیالات کے اثرات بھی قبول کیے۔ سر سید کے دوسرے تصنیفی دور کی ابتدا ۱۸۵۷ء سے ہوتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے حالات و واقعات نے

سر سید کی فکر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو زوال سے نجات دلانے اور ترقی کے راستے پر گامزن کرنے کے لیے اپنی تمام کوششیں اس بات پر صرف کیں کہ مسلمانوں کو انگریزوں کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر انگریزی حکام سے بہتر تعلقات استوار کر سکیں۔ سر سید کے تیسرے تصنیفی دور کی ابتدا ۱۸۶۹ء میں ان کے سفر انگلستان سے ہوتی ہے۔ سر سید احمد خان کی فکر و نظر پر مغرب کے اثرات ان کے اس سفر سے مزید پختہ ہو گئے بلکہ ان کے خیالات و افکار میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ انہوں نے یورپ کی مادی ترقی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ اس کوشش میں مصروف ہو گئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی ترقی و اصلاح کو یقینی بنائیں۔

سر سید احمد خان نے اپنے ماحول سے بے پناہ اثر قبول کیا۔ اس بات کا اندازہ ان کے تصنیفی ادوار اور ذہنی ارتقا سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ انگریزی ملازمت، ۱۸۵۷ء کے حالات و واقعات اور سفر انگلستان نے ان کے نظام فکر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا اس ضمن میں ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> " ان کی زندگی کا ابتدائی دور قدیم خاندانی روایت کے اثر میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد انگریزی ملازمت کے زیر اثر وہ نئی ہواؤں اور نئی فضاؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔ اس میں پرانی ڈگر سے ہٹ کر وہ مستشرقین یورپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ان کا ذہن زندگی کے جدید ترین اور عجیب تر مسائل سے دوچار ہوا۔ ان کی زندگی کے اس دور میں ان کے مغربی خیالات و رجحانات کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب وہ ترقی یافتہ دنیا کو دیکھنے کے لیے انگلستان کا سفر کرتے ہیں جہاں پہنچ کر ان پر وہ رنگ چڑھتا ہے جو عمر بھر ان کے ساتھ رہتا ہے۔"(۱)

انگریز حکام نے ہندوستان پر اپنے تسلط کو مضبوط بنانے اور قائم رکھنے کے لیے ہندوستان کے باشندوں پر نہ صرف سیاسی غلبہ حاصل کیا بلکہ ان کا معاشی، تعلیمی، تہذیبی، ثقافتی، سماجی و معاشرتی سطح پر استحصال کیا۔ نو آبادیاتی آقاؤں نے اپنی برتری کے احساس کو محکوم قوم کے دل و دماغ پر مسلط کرتے ہوئے ان کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا جس کے نتیجے میں مزاحمتی جذبہ بھی مردنی کا شکار ہو گیا۔ حاکم قوم کے اثرات محکوم آبادی کے اخلاق، تہذیب، مذہب طرز معاشرت پر بھی غالب آنے لگے۔ انگریزوں نے ہندوستان کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کو اپنے عتاب کا نشانہ بنایا۔ سر سید احمد خان نے نئی صورت حال کو قبول کرتے ہوئے انگریزی حکومت کی وفادار رعایا بن کر رہنے میں عافیت جانی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ دعوت دی کہ:

> "اگر ہندوستان کے باشندے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ غیر ملکی حکمران ان سے مہذب انداز میں پیش آئیں تو اس کے لیے انہیں خود کو اپنے آقاؤں کے قالب میں ڈھالنا ہو گا"(۲)

۱۸۵۷ء کے حالات و واقعات کے بعد سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی ترقی و اصلاح کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی بھی قوم کی ترقی و فلاح تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے اپنی تمام کوششیں مسلمانوں کی اصلاح پر صرف کیں۔

انہوں نے انگریزی تعلیم و تربیت کو کامیابی کا راستہ قرار دیتے ہوئے ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دلائی اور انگریزی تعلیم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ذریعہ تعلیم کے معاملے میں سرسید کے خیالات میں ہمیں تضاد نظر آتا ہے۔ انہوں نے مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے پر زور دیتے ہوئے کہا:

"میری یہ رائے ہندوستان کے ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر نہایت بڑے حرفوں میں آئندہ کی یادگار کے لیے کھود دی جائے۔ اگر تمام علوم ہندوستان کو اس کی زبان میں نہ دیئے جائیں گے۔ کبھی ہندوستان کو شائستگی و تربیت کا درجہ نصیب نہیں ہو گا۔ یہی سچ ہے، یہی سچ ہے، یہی سچ ہے۔"(۳)

اپنی زبان میں تربیت و شائستگی حاصل کرنے کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"بغیر اس کے کہ علم اپنی زبان میں ہو، عام تربیت اور شائستگی کسی ملک کی ہونی ممکن نہیں"(۴)

لیکن پھر سرسید احمد خان نے اعلیٰ درجہ کی مغربی تعلیم کے حصول کے لیے انگریزی زبان کو ضروری قرار دیا اور ترقی و فلاح کے لیے مغربی علوم کی تحصیل کو لازمی جز ٹھہراتے ہوئے کہا:

"ہندوستان کی علمی و اخلاقی ترقی مغربی علوم میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ اگر ہم اصلی ترقی چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم مادری زبان تک کو بھول جائیں۔ تمام مشرقی علوم کو نسیا منسیا کر دیں۔ ہماری زبان یورپ کی اعلیٰ زبانوں میں سے انگلش یا فرنچ ہو جائے یورپ ہی کے ترقی یافتہ علوم دن رات ہمارے دست مال میں ہوں"(۵)

انگریزی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ سرسید احمد خان نے جدید مغربی تعلیم اور جدید علوم و فنون کی اشاعت میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ۔انہوں نے خود بھی جدید افکار و تصوارت کو قبول کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی ترغیب دلائی کہ وہ مشرقی علوم کے بجائے جدید مغربی علوم کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں۔ سرسید کے خیال میں مغرب نے جو بھی ترقی کی منزلیں طے کیں ان کا انحصار ان کے جدید علوم و فنون پر ہے۔ اس لیے اب اگر ہندوستان کے مسلمان بھی ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ماضی کے علوم و فنون کو چھوڑ کر مغربی علوم پر دسترس حاصل کریں۔ سرسید احمد خان نے مشرقی علوم کو مردہ علوم سے تعبیر کرتے ہوئے مشرقی علوم کو ترقی کے راستے میں رکاوٹ قرار دیا اور ان مردہ علوم کو زندہ کرنے کی کوشش کو سازش اور غلامی کی حالت برقرار رکھنے کے مترادف ٹھہرایا۔ سرسید احمد خان کی تعلیمی جدوجہد پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے انگریزی زبان اور مغربی علوم کو انگریزی حکام کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم و تربیت کی طرف راغب کیا۔ سرسید احمد خان کے خیال میں ضروری تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے آقاؤں سے نئے رشتے استوار کریں۔ یہ رشتہ محکوم اور حاکم کا رشتہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو انگریزی حکومت کے سایہ عاطفت میں رہنے کی تلقین کی۔ سرسید احمد خان نے انگریزی حکومت سے وفاداری کو مسلمانوں کی بقا کے لیے لازمی شرط قرار دیا:

"اگر ہم زیادہ تر لائق، زیادہ تر وفادار، زیادہ قابل اطمینان گورنمنٹ کے ہوں گے تو زندگی زیادہ آسائش سے بسر کریں گے"(٦)

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود بھی مفاہمتی رویہ اختیار کیا اور مسلمانوں کو بھی انگریز حکام کے قریب لانے اور انگریزوں کے دل سے مسلمانوں کی نفرت اور غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوششیں کی۔ سر سید احمد خان نے مغربی علوم کے ساتھ ساتھ تہذیب و معاشرت میں بھی مسلمانوں کو مغرب کی پیروی کا راستہ دکھایا۔ ان کے نزدیک یورپی اقوام سب سے مہذب اور ترقی یافتہ ہیں اس لیے غیر مہذب اقوام کے لیے لازمی ہے کہ وہ یورپ کی تقلید کریں تاکہ وہ بھی اپنے آپ کو معزز اور قابل ادب بنا سکیں۔ سر سید احمد خان کے خیال میں ہندوستان کے لوگوں کو یورپ کی اقوام کے سامنے وہی حیثیت حاصل ہے جو ایک لائق، خوبصورت آدمی کے مقابلے میں ایک وحشی جانور کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنا طرز زندگی بدلیں اور کھانے پینے لباس پہننے بات چیت کرنے تک کے انداز میں انگریز حکام سے مطابقت پیدا کریں۔ ایک جگہ ہندوستانیوں کی حالت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"میں بلا مبالغہ نہایت سچے دل سے کہتا ہوں کہ تمام ہندوستانیوں کو اعلیٰ سے ادنیٰ تک، امیر سے غریب تک، سوداگر سے اہل حرفہ تک، عالم سے جاہل تک انگریزوں کی تعلیم و تربیت اور شائستگی کے مقابلے میں حقیقت میں ایسی نسبت ہے جیسے نہایت لائق اور خوبصورت آدمی کے سامنے میلے کچیلے اور وحشی جانور کو"(۷)

ہندوستان کے باشندوں کے عام اخلاق و عادات، طرز زندگی اور معاشرت کا انگریزی تہذیب اور طرز زندگی سے موازنہ کرتے ہوئے ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"فرض کرو ہندوستانی اور انگریز ایک آزاد ملک میں بساوے جائیں بالفعل جو عادتیں اور طرز زندگی اور پرائیویٹ لائف سٹائل ہندوستانیوں کی ہے وہ ویسی ہی رہے اور جو انگریزوں کی ہے وہ ویسی ہی رہے، تو ہر گز انگریز ہندوستانیوں کے پاس بھی کھڑے نہ ہوں اور جانور سے زیادہ نہ سمجھیں۔"(۸)

سر سید احمد خان نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب سے نئی روشنی حاصل کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے مغرب کی ثقافتی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہونے کی بجائے اس کی زد میں بہنے میں عافیت سمجھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی تہذیب و شائستگی کو اپنا موضوع بناتے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے متعدد تحریریں لکھیں۔ وہ مغرب کی ترقی سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ مغربی افکار و تصوارت کے ساتھ ساتھ انگریزی تہذیب اور طرز معاشرت یہاں تک کہ انگریزوں کے کھانا کھانے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے بھی ان کو بہتر نظر آنے لگے۔ جدید علوم و فنون کی تحصیل، تہذیب و شائستگی، طرز زندگی اور معاشرت میں بہتری کی اہمیت سے انکار کسی طرح ممکن نہیں لیکن اس بڑی حد تک تہذیبی، مذہبی، اخلاقی و معاشرتی اقدار پر سمجھوتہ کرنا بھی قومی و ملی غیرت کے منافی عمل ہے۔ سر سید احمد خان کی مغرب سے مرعوبیت کے حوالے سے فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

"انہوں (سر سید) نے مغربی معاشرت اختیار کرنے کا مشورہ مسلمانوں کو دیا اور مغرب کی ہر نئی چیز پر ٹوٹ کر گرے جو کسی طرح مناسب نہ تھا"(۹)

جدید تصورات و افکار سے مرعوبیت کے ضمن میں ایک اہم تصور "عقل پسندی" بھی ہے۔ عقل پسندی کے رجحان کو سر سید احمد خان کے نظام فکر میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ سر سید احمد خان نے مذہبی معاملات میں بھی عقل، فطرت یا نیچر کو ہی اپنا راہ نما بنایا اور اسی تصور عقلیت کے

تحت خلاف فطرت واقعات کی نفی کی۔ جدید سائنسی اور تجرباتی نظریات و تصورات کے زیر اثر انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھتے ہوئے جمہور علما سے اختلاف کیا اور قرآن کی آیات کی تفسیر و توضیح میں نئی تاویلات پیش کیں۔ انہوں نے جدید علوم اور سائنسی نظریات کی ترویج کے نتیجے میں اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے سائنسی کو ہی معیار مقرر کیا اور اسلام کو سائنس کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش کے نتیجے میں ان کے نظریات سے کئی فکری مغالطے پیدا ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ کے معجزات کا انکار، حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ کے پیدا ہونے سے انکار وغیرہ اس ضمن میں نمایاں مثالیں ہیں۔

سر سید احمد خان نے اسلام کو ورڈ آف گاڈ word of God اور فطرت کو ورک آف گاڈ work of God قرار دیتے ہوئے کہا کہ خدا کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اسلام اور سائنس یا طبعیات میں کوئی تضاد نہیں۔ سر سید احمد خان نے مغرب کی سائنسی ترقی کے زیر اثر مذہب کی بنیادیں بھی سائنس کے کمزور اور غیر پائندہ اصولوں پر قائم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سائنس جس کو خود بھی دوام حاصل نہیں کسی بھی طرح مذہب کے معاملے میں معیار تسلیم نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ سائنس میں ہونے والی نئی تحقیقات نے قدیم سائنسی نظریات کو رد کر دیا ہے اور نئے اصول وضع کر دیے ہیں۔

"ہمارا یقین کامل ہے کہ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کبھی مختلف نہیں ہو سکتے۔" (۱۰)

مغرب سے اسی مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ سر سید احمد خان کی تخلیقات پر عقلیت، مادیت، افادیت اور اجتماعیت کا رنگ غالب ہے یہی وہ تصورات و افکار ہیں جو نو آبادیاتی نظام کے ساتھ مغرب سے ہندوستان پہنچے۔ سر سید احمد خان نے مغرب کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے مغرب سے آئی ہوئی ہر چیز کا خیر مقدم کیا اور انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری کے رجحان کو فروغ دیا۔ انہوں نے یورپ کی علمی و فکری اور تہذیبی و ثقافتی یلغار کے سامنے سر نگونی میں فلاح کا راستہ تلاش کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو نو آبادیاتی حکام کی سیاسی، تہذیبی، سماجی اور علمی و فکری اطاعت گزاری کی طرف راغب کیا۔ سر سید احمد خان کی فکر و نظر میں مادی ترقی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے لیکن ان کی اس مادیت و افادیت پسندی نے مجموعی طور پر روحانی سطح پر مسلمانوں کے بعض عقائد کو ضعف پہنچایا۔

سر سید احمد خان کی تحریروں میں مغرب سے مرعوبیت کے واضح نقوش دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے ہاں مشرق کے مقابلے میں مغرب، ماضی کے مقابلے میں مستقبل، قدیم کے مقابلے میں جدید اور مذہب کے مقابلے میں سائنس کو اہمیت حاصل ہے۔ سر سید احمد خان نے مغرب کے صنعتی انقلاب کے نتیجے میں ہونے والی معاشی ترقی کی چکاچوند روشنی سے مرعوب ہو کر جدید علوم اور مغربی تہذیب کی تقلید کو مسلمانوں کے لیے زوال سے نجات کا واحد راستہ قرار دیا۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، "سر سید اور ان کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ"، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱
۲۔ سر سید احمد خان، "مقالات سر سید" (حصہ ہفتم) مرتبہ: مولانا محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۳۷
۳۔ سر سید احمد خان، "مسافران لندن" مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر اصغر عباس، ادارہ یادگار غالب کراچی، ص ۱۸۵
۴۔ سر سید احمد خان، "مقالات سر سید"، (حصہ دوازدھم) ص ۳۴

۵۔ سر سید احمد خان، "مقالات سر سید" (حصہ پانزدھم) ص ۵۷

۶۔ سر سید احمد خان، "مقالات سر سید" (حصہ ہفتم) ص ۳۳

۷۔ سر سید احمد خان، "مسافران لندن" ص ۱۴۷

۸۔ ایضاً، ص ۱۵۳

۹۔ فتح محمد ملک "اقبال اور سر سید" مطالعہ سر سید، مرتبہ محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص ۵۶

۱۰۔ سر سید احمد خان، "مقالات سر سید" (حصہ چہارم) ص ۷۲